بہ فیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفی رضا قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان

میلادِ رضوی

ملک العلما علامہ محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمہ

(خلیفہ وشاگرد امام احمد رضا محدث بریلوی)

حسب فرمائش: **پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزوؔ** (سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ)

ناشر: نوری مشن، مالیگاؤں

رابطہ: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں۔ ۴۲۳۲۰۳ ضلع ناسک

سن اشاعت ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء - ہدیہ دعاے خیر بہ حق اراکین ومعاونین نوری مشن

نوٹ: بیرونی قارئین پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ بہ مد ترسیل روانہ کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

از: مولانا محمد صادق رضا مصباحی، رضا اکیڈمی ممبئی

آقاے کائنات سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد سجانا سچے مومن ہونے کی دلیل ہے۔ عشق نبوی کی یہ وراثت صدیوں کا سفر طے کرتے ہوئے ہم تک پہنچی ہے اور قیامت تک یہ قافلۂ عشق وقت کی شاہ راہوں پر یوں ہی تیز گام رہے گا، مگر ادھر ایک صدی، ڈیڑھ صدی سے کچھ ایسے لٹیرے پیدا ہوئے جنھوں نے رہِ عشق کے مسافروں پر حملے کیے، ان کی متاعِ عشق زبردستی چھیننے کی کوشش کی لیکن یہ دشمن اپنی کوششوں میں کام یاب نہ ہوسکے، آج ان کی اولادیں چاروں طرف دندناتی پھر رہی ہیں، رات کی تاریکیوں میں نہیں دن کے اجالے میں ایمانیات کے گھر میں ڈاکہ ڈال رہی ہیں اور عشق نبی جیسی قیمتی دولت کو چھین کر فرار ہونا چاہتی ہیں۔ انگریزوں کی گود میں پرورش پانے والے اس قوم کے افراد جگہ جگہ آپ کو ڈیرہ ڈالے مل جائیں گے۔ ان سے اپنے آپ کو بچانا وقت کا تقاضا ہے، کیوں کہ اگر یہ دولت ہی نہ رہی تو اسلام کی عمارت کیوں کر قائم رہ سکتی ہے اور اسلام کی ذہنی زندگی کیوں کر اپنا وجود محفوظ رکھ سکتی ہے۔ یہ سبق ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل بھی وقت کی ضرورت تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا وآخرت کی کام یابی کی ضمانت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد منانا، ان کی آمد کی تاریخ پر مسرتوں کے دیپ جلانا اور خوشیوں کی سوغات تقسیم کرنا عشق رسول ہی کا مرہونِ منت ہے۔ اور یہ کام آج سے نہیں صدیوں سے ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر بزرگانِ دین، ائمہ کرام، تابعین کرام، اولیاے کرام میلادِ نبوی کا اہتمام کرتے چلے آئے ہیں، اس کے ثبوت وجواز پر ایک نہیں سیکڑوں کتابوں کا انبار لگا ہوا ہے مگر جن کی دونوں آنکھوں کی روشنی غائب ہو چکی ہو انھیں یہ باتیں کیسے نظر آئیں، نظر تو انھیں کو آئیں گی جن کی آنکھوں میں عشق رسول کا سرمہ لگا ہوگا۔

ادھر کچھ عرصے سے میلادوں میں موضوع روایات کی دخل اندازی بھی ہو چکی ہے۔ لوگ عقیدت کے بہاؤ میں بہتے چلے جاتے ہیں اور صحیح وغلط میں تمیز نہیں کر پاتے، خصوصاً عوام یا کم پڑھے لکھے حضرات اس روش کے زیادہ شکار ہوتے ہیں لہٰذا ایسے میلاد ناموں کی ضرورت تھی جس کی صحت بالکل

درست ہو، جو دلوں میں عشق رسول کا اجالا بکھیر دے اور شرک شرک کی رٹ لگانے والوں کے منھ پر قفل سکوت آویزاں کر دے، چناں چہ جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ ان ضروریات سے مکمل طور پر لیس ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ بہار کی ایک معروف خانقاہ کے سجادہ نشین نے ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان سے فرمائش کی کہ ایسا میلاد نامہ لکھ دیجیے جو معتبر و مستند روایات پر مشتمل ہو اور اس سے عوام وخواص دونوں مستفید ہو سکیں، اور اس میں بعض نعتوں کے شمول کی خواہش بھی ظاہر کی، چناں چہ حضرت ملک العلما نے دو تین نشستوں میں یہ میلاد نامہ مکمل کر کے ان کے حوالے کر دیا۔ لوگوں نے اس کی نقلیں لے لیں اور پھر اسی کو پڑھا جانے لگا۔

یہ میلاد نامہ جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے اجل ترین خلیفہ ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۱۹۶۲ء) کا ہے جن کے علم وفضل کا ایک زمانہ معترف ہے۔ حضرت کی یہ اہم ترین تصنیف غالباً ہندوستان سے کبھی نہیں شائع ہوئی البتہ یہ کبھی ''میلاد حامدی'' اور کبھی ''میلاد رضوی'' کے نام سے موسوم رہی۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۴۱۶ھ میں بزم عاشقان مصطفی لاہور سے ہوئی، ضرورت تھی کہ اس کو دوبارہ شائع کیا جائے۔ اللہ عزوجل جزائے خیر دے ملک العلما کے صاحب زادے پروفیسر مختار الدین احمد آرزوؔ صاحب (سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ) کو کہ انھوں نے یہ میلاد نامہ اشاعت کے لیے ''نوری مشن'' مالیگاؤں بھیجا اور غلام مصطفی رضوی نے اس کی اشاعت کی ٹھان لی۔ غلام مصطفی رضوی تحریر وقلم اور اشاعت سنیت کے حوالے سے خاصے معروف ہیں۔ ان کے کئی مفید کتابچے طبع ہو کر قارئین سے داد وتحسین وصول کر چکے ہیں۔ انھوں نے نوری مشن کے پلیٹ فارم سے عوامی اصلاح کے لیے کئی چھوٹی موٹی کتابیں شائع کیں جو خاصی مقبول ہوئیں۔ ہند و پاک کے مختلف جرائد ورسائل میں ان کی تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ یہ کتاب ان ہی کی کوشش وجذبے سے غالباً ہندوستان میں پہلی بار شائع ہو رہی ہے۔ یقین کامل ہے کہ عوامی حلقہ اس کتاب کے چشمے سے خوب خوب سیرابی کرے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے موصوف غلام مصطفی صاحب اور ان کے رفقا کے حوصلوں کو توانائیوں سے بھر دے اور وہ یوں ہی اشاعت سنیت کا کام بہ حسن وخوبی انجام دے سکیں۔

محمد صادق رضا مصباحی
رضا اکیڈمی ممبئی

میلاد رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد کلما ذکرک وذکرہ الذاکرون ٥ اللّٰھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد کلما غفل عن ذکرک وعن ذکرہ الغافلون ٥ وصل علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین ٥ والملٰئکۃ المقربین ٥ وعلیٰ عبادک الصالحین ٥ وعلینا معھم وبھم ولھم وفیھم اجمعین ٥ الی یوم الدین

حمد الٰہی عزوجل

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

خداوند! میری زبان اور تیری تعریف، میرا علم اور تیری توصیف، میرا ادراک اور تیری ثنا، میری آنکھیں اور تیرا جلوہ ؎

کہاں وہ اور کہاں یہ فہم و ادراک
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

فکر اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا — وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا
طور ہی پر نہیں موقوف اجالا تیرا — کون سے گھر میں نہیں جلوۂ زیبا تیرا
پار اترتا ہے کوئی غرق کوئی ہوتا ہے — کہیں پایاب کہیں جوش میں دریا تیرا
باغ میں پھول ہوا شمع بنا محفل میں — جوش نیرنگ در آغوش ہے جلوہ تیرا
ہر سحر نغمۂ مرغانِ نواسنج کا شور — گونجتا ہے ترے اوصاف سے صحرا تیرا
ہیں ترے نام سے آبادی وصحرا آباد — شہر میں ذکر ترا دشت میں چرچا تیرا
مے کدہ میں ہے ترانہ تو اذاں مسجد میں — وصف ہوتا ہے نئے رنگ سے ہر جا تیرا
سارے عالم کو تو مشتاقِ تجلی پایا — پوچھنے جایے اب کس سے ٹھکانہ تیرا
اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے — تو مِرا مالک و مولیٰ ہے میں بندہ تیرا

(علامہ حسنؔ رضا خاں بریلوی)

خداوند! تیری کنہ تک رسائی محال، تیری حقیقت تک وصول ناممکن، یہ تیرا ہی کرم ہے کہ اپنی ذات وصفات کا مظہر بنا کر سید الانبیا سند الاصفیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا، جن سے تیری ذات آشکار ہوئی۔ لاکھوں پردوں کے باوجود لوگوں کو تیرے وجود کا یقین ہوا۔ عرش سے فرش تک، سمک سے سماک تک، ہر نشیب وفراز میں سب نے تجھے جانا۔ شقی ازلی کے سوا اندھے مادر زاد نے بھی تجھے پہچانا۔ الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر ہر ایک شخص کی زبان پر تیرا ذکر ہے۔ بحر میں تیرا چرچا، بَر میں تیرا تذکرہ، کون سر ہے جس میں تیرا سودا نہیں، کون سی جگہ ہے جہاں تیرا جلوہ نہیں۔ شجر وحجر، برگ وثمر ہر چیز تیرا پتا دیتی ہے۔ ہر ایک کی زبانِ حال تیرا نام بتا دیتی ہے۔ دنیا کی چیزیں رنگ میں مختلف، شکل میں مختلف، افعال وخواص میں مختلف، منافع ومضار میں مختلف مگر سب کی سب تیری ذات پر شاہدِ دلیل ہونے میں متحد الخیال، متحد الاقوال سب ایک زبان ایک بیان ہیں۔ من کان للہ کان اللہ لہ تیرے حبیب کا ارشاد واجب الانقیاد ہے، اپنے اس گنہ گار بندہ کو اس کا مصداق بنا۔

رخ مجازی میں حقیقت نے دکھایا تیرا
ہے صراحت سے بھی واضح یہ کنایا تیرا

عقل انساں نے بہت کھوج لگایا تیرا
کھل سکا رازِ حقیقت نہ خدایا تیرا

لاکھ پردہ میں ہے تو لاکھ حجابوں میں ہے تو
ذرے ذرے پہ مگر نور ہے چھایا تیرا

جلوۂ حسن سے معمور نشیب اور فراز
فرش ہے سایہ ترا عرش ہے پایا تیرا

صدق نیت سے تصور میں اگر دیکھا ہے
کور باطن کو بھی جلوہ نظر آیا تیرا

کہنے کو مختلف الفاظ ہیں مفہوم ہے ایک
کلمہ پڑھتا ہے ہر اک اپنا پرایا تیرا

بحر ذخار سے ڈوبے ہوئے بیڑے نکلے
موج کے لب پہ کبھی نام جو آیا تیرا

دانش وعقل نے کھویا تھا جہاں سے ہم کو
بے خودی نے ہمیں دیوانہ بنایا تیرا

مل گیا لطف حقیقت ہمیں کھو جانے پر
بے نشانی نے پتا ہم کو بتایا تیرا

ہے وہ کم بخت اسے یاد نہیں عہدِ الست
جس نے دنیا کے لیے نام بھلایا تیرا

عقل منداس کو کہیں گے نہ کبھی اہل شعور
سر میں جس شخص کے سودا نہ سمایا تیرا

واقف حال ہے اک ایک شجر باغِ جہاں
نام پتوں کی زبانوں نے بتایا تیرا

شان یک رنگی وحدت ہے جہاں میں ہر سو
نقش توحید نے یہ سکّہ بٹھایا تیرا

نہ کسی سے اسے مطلب نہ کسی سے پروا
تو ہو حامؔد کا کہ حامد ہے خدایا تیرا
اب جماتا ہے حسنؔ اس کی گلی میں بستر
خوب رویوں کا جو محبوب ہے پیارا تیرا

نعت انور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًا ۝ (پارہ ۱٦، سورۃ الکہف ۱۸، آیت ۱۰۹)

اے میرے محبوب تم کہہ دو اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے روشنائی ہو یعنی اس سے رب کے کلمات لکھے جائیں تو سمندر خشک ہوجائیں گے مگر رب کے کلمات تمام نہ ہوں گے۔ اگرچہ اس کی مدد میں ویسا ہی اور سمندر لائیں۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا: وَلَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَۃٍ اَقۡلَامٌ وَّ الۡبَحۡرُ یَمُدُّہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ سَبۡعَۃُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ۝ (پارہ ۲۱، سورۃ لقمان ۳۱، آیت ۲۷)

اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بنیں اور سمندر سیاہی اور اس سمندر کے فنا ہونے پر سات اور سمندر لائے جائیں جب بھی اللہ کے کلمات تمام نہ ہوں گے......علمائے کرام ومفسرین عظام کے ''کلمات ربی'' کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں مگر سب میں موید بہ شان نزول قرآن مجید اور فرقان حمید ہے اور اس کے معانی وحقائق ہیں جو من جملہ نعمائے الٰہی وعطیات خداوندی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نعمت کبریٰ موہبت عظمیٰ ہے اور اس کے علاوہ ہر آن اور ہر سانس میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کو ایسی ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے جو احاطۂ عقل سے باہر وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ ۹۳، آیت ۴) یعنی احوال آئندہ آپ کے لیے احوال گزشتہ سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ہر روز آپ کو عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر، رازی، جلد ۸ تحت آیۂ کریمہ)

اب مراتب وکمالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کون بیان کرسکتا ہے۔ بلاشبہہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے فضائل وکمالات اور اس قدر خصائص ومراتب علیا عطا فرمائے ہیں کہ اگر تمام روئے زمین کے درختوں کو قلم بنایا جائے اور تمام

سمندر رِ عالم سیاہی ہوں، اور ان قلموں سے جن وانس، حور وملک، اوصاف وکمالات حضور کے لکھنے لگیں تو سات سمندر خشک ہو جائیں گے مگر فضائل وکمالات کا دریا اسی طرح موج زن رہے گا۔ سب قلم گھس جائیں گے مگر خصائص و بیانِ مراتب کبھی ختم نہ ہوں گے۔ ہر پڑھا لکھا جانتا ہے کہ چھوٹی سی دوات میں ایک مرتبہ روشنائی بنائی جاتی ہے۔ اس سے کتنے دنوں تک، کتنے ہفتوں تک، کتنے مہینوں تک لکھتے ہیں اور اس سے کتنے اوراق لکھے جاتے ہیں جن کا شمار جزوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ جلدوں تک پہنچتا ہے۔ اب ہر صاحبِ عقل وفہم غور کر سکتا ہے کہ سمندر میں کتنے اربوں دوات کے برابر پانی ہوگا اور پھر اس کے فنا ہونے پر سات سمندر جو اور آئیں گے اور یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات اوصاف ومراتب لکھتے لکھتے خشک ہو جائیں تو اس سے کس قدر کروڑ ہا کروڑ ضخیم مجلداتِ کبیر تیار ہوں گی اور پھر بھی اوصاف ختم نہ ہو سکیں گے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ سب چیزیں محدود اور متناہی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف غیر محدود احاطۂ شمار سے باہر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ (پارہ ۲۶، سورۃ الفتح ۴۸، آیت ۲) اور آپ پر اپنی نعمتیں تمام کر دے۔

یعنی جو جو کمالات کسی کو مل سکتے ہیں جو جو فضائل ومراتب خداوند عالم کسی کو دے سکتا ہے وہ سب نعمتیں حضور پر ختم فرما دیں۔ حضور کے بعد کسی اور نبی کے آنے کا امکان ہوتا یا حضور سے کوئی زیادہ پیارا ہوتا تو کچھ نعمتیں اس کے لیے رکھی جاتیں اور جب ایسا نہیں تو سب نعمتیں، سب رحمتیں، سب برکتیں حضور پر ختم کر دیں اور اللہ تعالیٰ نعمتوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (پارہ ۱۴، سورۃ النحل ۱۶، آیت ۱۸) اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

اب ان تینوں آیتوں کو ملانے سے نتیجہ صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور کے فضائل وکمالات غیر متناہی اور غیر محدود ہیں۔ اگر تمام اولین وآخرین عمر نوح پائیں اور مدت العمر درختوں کے قلم سمندر کی سیاہی سے حضور کے اوصاف لکھتے رہیں تو قلم گھس جائیں، دریا خشک ہو جائیں، مگر اوصافِ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم احاطۂ تحریر میں نہ آئیں گے اور کوئی شخص ان کے اوصاف کو کیا بیان کر سکتا ہے جن کا خود خدا مدح خواں ہو۔ عرش وکرسی جس کے ایوان ہوں، جو مخزن ومنبعِ کمالات ہو، جو واقف جملہ حالات ہو۔ سارے اہل کمال کی مستی اسی ساقی کے خم خانۂ توحید سے ہے۔ آدمی وہی ہے جو اپنے کو شمع جمالِ محمدی کا پروانہ بنائے، اس روئے تاباں کے عشق کی آگ سے اپنے خرمنِ ہستی کو جلا ڈالے جب تک انسان کے دل میں حضور کا نام نامی کالنقش فی الحجر نہ ہو وہ فی الحقیقت آدمی نہیں، جب تک انسان حضور

کے تیغ مژگاں سے گھائل ہو کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپتا نہ رہے وہ انسان نہیں۔ بلبلیں حضور ہی کے رنگ ورُخ کا جلوہ گلوں میں دیکھ کر ان کی یاد میں چہک رہی ہیں۔ پھول اور کلیاں انھیں کی خوش بو سے فیض پا کر باغوں میں مہک رہی ہیں۔ ماوشما تو کیا حضرت جبریل کی عزت اس در کی دربانی سے ہے۔ ہر شخص کی بلندی اور رفعت ان پر قربانی سے ہے۔ حضور تو حضور آپ کے غلامانِ غلام اگر چاہیں تو دَم بھر میں مور جیسے ناتواں کو سلطنتِ سلیماں بخشیں۔ جہاں میں حضور ہی کی ذات والا صفات سے نورِ الٰہی کا ظہور ہوا کہ حضور مظہر ذات وصفات باری ہیں۔

من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

اے جمالت لمع شمع من رأی امداد کن

کروں میں کیا بیاں شانِ محمد ﷺ	خدا ہے خود ثنا خوانِ محمد ﷺ
زہے عز و زہے شانِ محمد ﷺ	ہیں عرش و فرش ایوانِ محمد ﷺ
مے خم خانۂ توحید پی کر	ہوئے سرمست مستانِ محمد ﷺ
جلایا خرمن ہستی کو میں نے	بہ عشق روئے تابانِ محمد ﷺ
مِرے دل میں کالنقش فی الحجر ہے	وہ نام پاک و فرمانِ محمد ﷺ
تڑپ جاتے ہیں مثل مرغ بسمل	قتیل تیغ مژگانِ محمد ﷺ
جو گل ہے رنگ رُخ پر دل سے شیدا	تو بلبل ہے غزل خوانِ محمد ﷺ
فرشتوں کو تھی مشکل باریابی	کہ تھے جبرائیل دربانِ محمد ﷺ
وہ دَم میں مور کو کر دیں سلیماں	اگر چاہیں غلامانِ محمد ﷺ

عیاں کونین میں ہے صاف حامدؔ
فروغ نور یزدانِ محمد ﷺ

میرے پیارے بھائیو! یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۞ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبۃ ۹، آیت ۲۴)

اے میرے محبوب آپ اپنے غلاموں، حلقہ بگوشوں سے امتیوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بھائی تمہاری بیبیاں تمہارے کنبہ کے لوگ اور وہ مال جو تم نے حاصل کیے اور وہ

تجارت جس کے مندی ہوجانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جو تمہارے پسندیدہ خاطر ہیں، ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ ورسول اور اس کے دین میں کوشش کرنے سے زیادہ پیاری ہو تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لائے۔

دیکھیے رب العزت جل جلالہٗ نے جملہ رشتہ دار و اموال سب کو نام بہ نام گنا کر بتادیا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ ورسول سے زیادہ پیاری ہو تو تم اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھو بلکہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہو کہ اب آیا تب آیا، اور ظاہر ہے کہ عام عذاب مسلمانوں پر نہیں آیا کرتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان، جان سے محبت کرے گا یا مال سے، جان میں سب سے پہلے محبت ماں باپ کی ہوتی ہے، بچہ جب آنکھ کھولتا ہے تو ماں باپ کو اپنے اوپر شفقت ومحبت کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لیے پہلے پہل انسان کے دل میں ماں باپ کی محبت آتی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی دوسری جگہ **ان لا تشرکوا باللہ** کے بعد **وبالوالدین احسانا** ذکر فرمایا اس لیے سب سے پہلے **اٰبَآؤُکُمۡ** فرمایا یعنی اگر تمہارے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اور جو لوگ مرتبۂ ابوت وعظمت میں ہوں۔ چاچا چچی، ماموں ممانی، خالہ خالو، پھوپھا پھوپھی، آقا، محسن، استاد، پیرومرشد وغیرہ۔ اگر ان میں سے کوئی بھی اللہ ورسول سے زیادہ پیارا ہو تو تم کو عذابِ الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے۔ والدین کے بعد انسان اولاد سے محبت کرتا اور اس کو خلاصۂ وجود ثمرۂ زندگانی تصور کرتا ہے، بلکہ بعض لوگ تو اولاد کی محبت ماں باپ سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد **اَبۡنَآؤُکُمۡ** فرمایا۔ یعنی تمہارے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی یا جس سے عزیزداری کے تعلقات ہوں، نوکر چاکر، شاگرد، مرید ان میں سے کوئی بھی اللہ ورسول سے زیادہ محبوب ہو تو تم کو عذابِ الٰہی کا منتظر رہنا چاہیے۔ والدین اور اولاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے **اِخۡوَانُکُمۡ** فرمایا اس لیے کہ بھائی قوتِ بازو زینتِ پہلو ہوتا ہے اور اس سے محبت ضرور ہونی چاہیے مگر اپنی حد تک، لیکن اگر کسی کو بھائی بہن سے محبت عام ازیں کہ حقیقی ہوں یا علاتی رضاعی ہوں یا اخیافی، یا چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد یا دور کے بھائی بہن اور اسی میں برابری والے رشتہ دار، دوست واحباب سب داخل ہیں، اگر ان میں کسی سے محبت اللہ ورسول سے بڑھ کر ہے تو تم کو عذابِ الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے۔

اب نسبی رشتہ داروں کے بعد اللہ تعالیٰ صہری رشتہ داروں کا ذکر فرماتا ہے کہ **وَاَزۡوَاجُکُمۡ** یعنی تمہاری بیبیاں اور سسرالی رشتہ داروں، خسر خوش دامن، سالا سالی، ساڑھو سلہج اور عورتوں کو شوہر نند دیور جیٹھ وغیرہ وغیرہ اگر اللہ ورسول سے زیادہ پیارے ہوں تو عذابِ الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے۔

اس کے بعد **وَعَشِیۡرَتُکُمۡ** فرمایا یعنی اس کنبہ کے لوگ جو تمہارے جتھے کے آدمی ہیں، جن

سے تمہاری قوت تمہاری شوکت ہے، ان میں سے اگر کوئی بھی اللہ ورسول سے زیادہ محبوب ہو تو تم کو عذابِ الٰہی کا منتظر رہنا چاہیے۔ اس کے بعد اللہ نے مال کو تفصیل وار بیان فرمایا۔ یعنی تین قسم میں سے کسی قسم کا ہو، وہ مال جسے تم نے حاصل کیا ہو یا وہ تجارت جس کے مندی ہوجانے کا ڈر ہو یا وہ پسندیدہ دل فریب مکان جس کو تم دوست رکھتے ہو، ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ ورسول سے زیادہ محبوب ہو تو تم کو عذابِ الٰہی کا منتظر رہنا چاہیے۔

اس آیۂ کریمہ سے ظاہر ہوا کہ مسلمان وہی ہے جس کے دل میں اللہ ورسول کی محبت سب سے زیادہ ہو ورنہ وہ مسلمان نہیں بلکہ عذابِ الٰہی کا سزاوار ہے۔ یہ آیۂ کریمہ گویا اس حدیث کی تفصیل ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (بخاری) تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہ ہوگا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ، بال بچے (بلکہ اس کی جان) اور سارے جہاں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

تو اصلِ ایمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوئی، بغیر حضور کی محبت کے خدا سے محبت کرنا بھی نجات کے لیے کافی نہیں بلکہ جو شخص ایسا دعویٰ کرے محض لاغی ہے اس لیے کہ محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے۔ جس کے دل میں رسول اللہ کی محبت نہیں خدا کی محبت بھی نہیں۔ خدا کی محبت اور اس کا راستہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے دکھایا، بغیر حضور کے خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ انعامات تو اس رحمۃ للعالمین کے صدقہ میں ملتے ہیں۔ بے وسیلہ وبغیر واسطہ حضور کے کوئی شخص نعمتِ ایمان سے کیوں کر بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ پس اے اللہ والو! تم کو لازم ہے کہ رسول اللہ کی محبت میں اپنے کو فنا کردو، دیکھو خداوند عالم خود ان سے محبت کرتا ہے تو ضروری ہے تم بھی **تخلقوا باخلاق اللّٰہ** کے ساتھ متصف ہوجاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا جانو۔

کیا کام دے گا جس کو فقط ہو خدا سے عشق
ہوگی نجات کیا جو نہ ہو مصطفی سے عشق
حبِ نبی نہیں تو کہاں ہے خدا سے عشق
کچھ ہو طلب خدا کی تو کر مصطفی سے عشق

مومن کہاں وہ جس کو نہ ہو مصطفی سے عشق
یوں لاکھ دل سے کوئی کرے بھی خدا سے عشق
جب نعمتیں ہیں رحمتِ باری پر منحصر
کس واسطے کرے کوئی پھر ماسوا سے عشق
بے پرششِ عمل وہ ہوا داخلِ بہشت
جس کو رہا جناب رسول خدا سے عشق
جن و ملک ہی کچھ نہیں شیدا حضور پر
رکھتا ہے خود خدا بھی تو خیرالوریٰ سے عشق
حامدؔ اگر رضائے خدا کا خیال ہے
تو چاہیے کہ پہلے کرو مصطفی سے عشق

میرے پیارے بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور نہ صرف محبت بلکہ حضور کو سب سے زیادہ پیارا جاننے کے متعلق آپ قرآن شریف سن چکے، خداوند عالم یہی فرماتا ہے۔ حدیث شریف سن چکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے ہیں۔ عقلی دلیل بھی سن لیجیے۔ ہر عقل والا جانتا ہے کہ محبت کا منشا یعنی جس کی وجہ سے محبت ناشی ہو، تین ہی چیزیں ہیں مال، جمال، کمال۔ حسن وجمال کا باعث وسبب محبت ہونا تو عالم آشکار ہے، ہر شخص خوب صورت کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، دنیا میں عشق ومحبت کے جتنے بھی واقعات ہوئے اس میں بیش تر و پیش تر حسن وجمال کارفرما رہا۔ اگرچہ یہ رنگ بالکل کچا اور سریع الزوال ولازم ذات ہے، کوئی اپنا حسن کسی دوسرے کو نہیں دے دیتا بلکہ عمر بھر کسی کا حسن اس کے ساتھ نہیں رہتا اسی لیے اس کی وجہ سے محبت بھی دائمی نہیں ہوتی۔ عام طور پر بڑھاپا آتے ہی سب قدر دان بے تعلقی برتنے لگتے ہیں اور جان ومال قربان کرنے والے ناشناسا ہو جاتے ہیں۔ تاہم اگر آپ حسن ظاہر کے شیدائی ہیں تو دربار رسول میں آیے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیجیے کہ حسن ظاہر میں بھی آپ اپنی نظیر اور جملہ صفات وکمالات کی طرح اس میں بھی بے مثل وبے نظیر ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی لیلة ضحیان وعلیہ حلة احمر فجعلت انظر الیہ والی القمر فھو عندی احسن من القمر۔** (شمائل ترمذی، صفحہ ۲)

یعنی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا اور اس وقت حضور سرخ جوڑا زیب تن فرمائے تھے، تو میں کبھی حضور کو دیکھتا ہوں اور کبھی چاند کو تو واللہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین وخوب صورت ہیں، جس کے چہرۂ تاباں وروئے درخشاں کے سامنے آفتاب شرمائے، جس کے دندان مبارک کی چمک سے اندھیری رات میں سوئی نظر آ جائے۔ کیا ایسا حسین کوئی دوسرا ہے؟ ایسا حسن والا کسی نے دیکھا ہے؟ دیکھا نہ سہی کسی نے سنا ہے؟ تو اے حسن ظاہر کے پرستارو! دربارِ رسول میں آؤ اور اس حسن مجسم سے محبت کرو اور اگر آپ مال کی وجہ سے کسی سے محبت رکھنا چاہتے ہیں تو یہ محبت اس سے کچھ بہتر ہے کہ بارگاہِ حسن کی طرح یہ بے فیض نہیں بلکہ مال دار اپنے مال سے دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے، اس کا نفع لازمی نہیں بلکہ متعدی ہے، اس لیے کہ سخی دل حضرات مال سے خود بھی نفع اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں، تو اگر آپ مال کے دل دادہ ہیں اور مال کی وجہ سے محبت کرنا چاہتے ہیں جب بھی دربارِ رسول ہی میں آیے کہ ان سے بڑھ کر کسی کو آپ مال دار نہ پائیں گے۔ (طبرانی، معجم کبیر، جامع کبیر صغیر جلد اول، صفحہ ۲۵۷)

یہ وہ ہیں جن کے ہاتھوں دونوں جہاں کی دولت بٹتی ہے۔ مال داروں کو بھی یہی مال دیتے ہیں۔ نعمت والوں کو یہی نعمت بخشتے ہیں۔ اولاد والوں کو یہی اولاد عطا کرتے ہیں۔ عزت والوں کو یہی عزت ہبہ فرماتے ہیں۔ سب نعمتوں کا دینے والا خدا ہے مگر انھیں کے ہاتھوں سے ملتی ہیں۔ (اس سلسلے میں دیکھیے مواہب لدنیہ، جلد اول) **انما انا قاسم واللّٰہ المعطی** اللہ دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔ ؎

تاج والے ہوں اس میں یا محتاج — سب نے پایا دیا ہوا تیرا
جس کو تو نے دیا خدا نے دیا — دین رب کی، دیا ہوا تیرا
ہاتھ خالی کوئی پھرا نہ پھرے — ہے خزانہ بھرا ہوا تیرا

یہ شہنشاہِ بطحا کا دربار ہے جن کا مانگنے والا کبھی محروم نہیں پھرتا، ان کے ایک قطرۂ عطا سے دھارے چلتے اور ایک ذرۂ سخا سے تارے کھلتے ہیں، یہ کوثر وتسنیم کے مالک ہیں، ان کا فیض نرالا ہے، ان کا دریا خود پیاسوں کی تجسس کرتا ہے، اور ان کا باڑا وہ ہے جس در سے اغنیا پلتے ہیں، ان کا رستا وہ ہے جس میں اصفیا سر سے چلتے ہیں، فرش والے ان کی رفعتِ علو کماحقہٗ نہیں جان سکتے، ان کا پھریرا عرش پر لہراتا ہے، ان کے جود وکرم کے خوان زمین اور آسمان ہیں، سارا زمانہ ان کا مہمان ہے یہی صاحبِ خانہ ہیں، بلاشبہہ یہ سارے جہان کے مالک ہیں کہ یہ سب چیزیں خدا کی ملک ہیں جو حضور کا حبیب ہے اور

حضور اس کے محبوب، اور محب ومحبوب میں میرا تیرا نہیں ہوتا۔ آپ کے جود وسخا کی طرح رحم وکرم کا دریا بھی ایسا لہر رہا ہے کہ ایک میں کیا اور میرے گناہوں کی اس رحمت عالم کے سامنے کیا حقیقت ہے کہ مجھ جیسے کروڑہا کروڑ گنہ گاروں کو ان کا اشارہ کافی ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا — نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا — آپ پیاسوں کے تجسّس میں ہے دریا تیرا
اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا — اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں — خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہمان — صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی — مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا
میری تقدیر بری ہو تو بھلی کردے کہ ہے — محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا
حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجیے نگاہ — جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

فخر آقا میں رضؔا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرہ تیرا

حدیث شریف میں ہے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنت ابیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ فقال او غیر ذالک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔

ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں شب باش تھا تو میں نے قضائے حاجت اور وضو کے لیے پانی حاضر کیا۔ اس تھوڑی سی خدمت پر دریائے کرم جوش میں آیا اور ارشاد ہوا: مانگ کیا مانگتا ہے، میں نے عرض کیا حضور کی رفاقت جنت میں۔ ارشاد ہوا: بس یہی یا اور بھی۔ میں نے عرض کیا بس یہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو ارشاد ہوا: تو میری مدد کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔ یعنی کثرت سے نماز پڑھا کرو تمہاری غرض پوری ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف، باب السجود وفضلہ بہ حوالہ مسلم صفحہ ۷۶)

شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال که فرمود سل بخواه تخصیص نه کرد بمطلوبے خاص۔ معلوم می شود که کار همه در دست همت و تصرف اوست هرچه خواهد و هر کرا خواهد باذن پروردگار خود بدهد۔

حضور نے جو مطلقاً سل فرمایا اور کسی خاص مقصد کے ساتھ مقید نہ کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کا کام حضور کے دست ہمت وتصرف میں ہے، جس کو چاہیں اور جو کچھ چاہیں خدا کی اجازت ہے کہ دے دیں ؎

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

پھر ایسے بھرپور خزانوں کے مالک سخی داتا سے محبت نہ کی جائے تو کس سے محبت کی جائے اور اگر آپ کمال کے دل دادہ ہیں اور اس کی وجہ سے کسی سے محبت کرنی چاہتے ہیں جب تو دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی جگہ مفر ہی نہیں، کیوں کہ سارے کمالات کا سرچشمہ انھیں کی ذات ہے، جملہ کمالات کی نہریں یہیں سے نکلتی ہیں۔ کمالات کے دریا یہیں سے جاری ہوتے ہیں، انھیں کی غلامی سے دنیا کی عزت اور خداوند عالم کی محبوبیت حاصل ہوتی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پارہ ۳، سورۃ آل عمران ۳، آیت ۳۱)

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتا ہے اے میرے پیارے تم کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو تو میرے غلام بن جاؤ میرے فرماں بردار بن جاؤ میرے نقش قدم پر چلو۔ اللہ کے تم محبوب ہو جاؤ گے۔ ؎

اللہ کا محبوب بنے جو تمھیں چاہے
اس کا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو

غرض عقلی طور پر بھی یہ بات ظاہر ہوگئی کہ انسان کو چاہیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے اور سب سے پیارا جانے، اس لیے کہ محبت کے جو اسباب ہیں یعنی مال، جمال، کمال ان سب صفات کی بروجہ کمال جامع ذات آپ ہی کی ہے تو سب سے زیادہ محبت حضور ہی کی ہونی چاہیے۔

اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی اٰل محمد وصحبہ وبارک وسلم

دل کو ہے خیال قد دل جوئے رسول
سر ہے میرا سودا زدہ موئے رسول

تبلیغ و امامت کی ہوئی ایسی کشش
اب سوئے علی روح ہے دل سوئے رسول

سو بار دل و جاں سے فدا ہو جاؤں
نظروں میں مِرے ہے رُخ نیکوئے رسول

کہتے ہیں ملک صلِ علیٰ ! صلِ علیٰ
پہنچی ہے سرِ چرخ جو خوش بوئے رسول

دیکھے تو میری آنکھوں سے دیکھے کوئی
جنت ہے نظر میں بہ خدا کوئے رسول

ظلمت کا گزر خانۂ دل میں کیا ہو
پھیلی ہوئی ہے روشنیِ روئے رسول

الجھے ہوئے سب اہل نظر ہیں اس سے
کیا سلسلۂ عشق ہے گیسوئے رسول

آنکھوں میں مِری کوئی سمائے کیوں کر
رہتا ہے یہاں جلوہ فگن روئے رسول

اللہ رہے شان سر و سجدہ حامدؔ
محرابِ حرم ہے حرم ابروئے رسول

میرے پیارے بھائیو! جب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف طور پر فرمایا کہ: مسلمانو تم کو چاہیے کہ عزیز واقارب، باپ بیٹے، بھائی بند، مال و دولت سب سے زیادہ مجھ کو اور میرے رسول کو چاہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ کو سب سے زیادہ پیارا نہ جانے وہ مسلمان نہیں اور دارِ آخرت کا مزا مخصوص مسلمانوں ہی کے لیے ہے۔ پھر باوجود دعویٰ اسلام ہم آخرت سے بے فکر اور دنیا میں کیوں ایسے منہمک ہیں گو یا اصل الاصول اور خلاصۂ کائنات اور نتیجہ خلقت مخلوقات فقط دنیا ہی دنیا ہے۔ دنیا کو ہم نے اپنے لیے ہمیشہ کا مستقر سمجھ رکھا ہے، گو یا کبھی ہمیں یہاں سے جانا ہی نہیں۔ صبح ہے تو دنیا کی فکر، شام ہے تو دنیا کا خیال، دوپہر ہے تو اسی کا تصور، شب ہے تو اسی کی دھن۔ کبھی بھول کر بھی ہم

اس آیۂ کریمہ پر غور نہیں کرتے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ O

(پارہ ۴، سورۃ آل عمران ۳، آیت ۱۸۵)

ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے اور تم لوگ اپنا اجر قیامت کے دن بھرپور دیے جاؤ گے تو جو شخص جہنم سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل ہوا وہ کام یاب ہو گیا اور زندگی دنیا کی دھوکے کی پونجی ہے۔

معزز حاضرین! آپ یقین فرمائیں کہ دنیا کی یہ زندگی چند روزہ ہے، ہر شخص ذرا سا غور کرے تو اس کی سمجھ میں یہ بات بہ خوبی آجائے گی کہ ہمارے بچپن کے ساتھی جن کے ساتھ ہم کھیلا کرتے تھے کیا وہ سب موجود ہیں کیا ہمارے جوانی کے احباب، ہمارے یار غار جن سے ہمارے جلسوں کی رونق، ارادوں کی پختگی تھی وہ سب کے سب اس وقت ہیں، کیا ہمارے بڑھاپے کے ہم زاد، ہم دم و ہم جلسہ اصحاب دنیا میں موجود ہیں، کیا ہمارے سب اعزا و اقارب جو آنکھوں کی ٹھنڈک دلوں کے چین تھے اس وقت ہمارے لیے باعث نور و سرور ہیں؟ ان میں کتنوں نے تو بچپنے ہی میں ساتھ چھوڑا، کتنے احباب جوانی میں جدا ہو گئے، کتنے احباب قدامت محبت کا بھی لحاظ نہیں کرتے اور بڑھاپے میں ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں تو انھیں لوگوں کی طرح ہم کو بھی ایک دن اس سارے ٹھاٹ باٹ کو چھوڑ کر بادل نخواستہ سہی دنیا کو الوداع کہنا ہوگا اور بے کس و بے بس مجبور و لاچار، گناہوں کا انبار ساتھ لے کر پیدل چلنے کے ناقابل ہو کر چار کے کاندھوں پر سوار فنا کے سایہ اور قبر کی آغوش میں موت کی گہری نیند سونا ہوگا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے سب کو اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہوگی، اور ایک دن وہ ہوگا کہ سوائے ذات پاک وحدہٗ لاشریک لہٗ کسی کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ O وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ O

(پارہ ۲۷، سورۃ الرحمٰن ۵۵، آیت ۲۶-۲۷)

اس وقت نہ عرش ہوگا نہ فرش ہوگا، نہ آسمان ہوگا نہ زمین ہوگی، نہ جن وانس کی ذات ہوگی، نہ اصلاً کوئی کائنات ہوگی۔ آج دوست احباب ملنے جلنے والے سب چاروں طرف گھیرے رہتے ہیں مرنے کے بعد محض تنہائی اور مرقد کی ڈراؤنی رات ہوگی اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک یہ بات ہے کہ صرف فنا ہی پر معاملہ ختم نہیں بلکہ مر کر اٹھنے کے بعد عمر بھر کا حساب دینا ہوگا۔ گناہوں کے دفتر کھلے ہوں گے، افعالِ جوارح کے سوا اعمالِ قلوب تک کی پرسش ہوگی، آہ! وہ دن کیسی حسرت و ندامت کا ہوگا۔ آج عزیز و اقارب مصیبت و تکلیف میں ہم دردی کرتے ہیں اس وقت سب اپنے بیگانے ہوں گے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ o وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ o وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ o

(پارہ ۳۰، سورۃ عبس ۸۰، آیت ۳۴ تا ۳۶)

اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنے ماں باپ سے اور بی بی اور بچوں سے۔ جن جن سے ہم دردی اور امداد کی امید ہو سکتی ہے وہ سب کنارہ کشی اختیار کریں گے۔ ایسی مصیبت کے وقت مددگار رہوں گے تو وہی ہوں گے جن کی محبت کا خدا نے ہم کو حکم دیا اور ہم انھیں بھلائے بیٹھے ہیں۔ ان کی محبت ہم لوگوں کے دلوں میں اس درجہ پختہ ہو جائے کہ دن دیکھیں تو روئے روشن کی یاد ہو اور رات آئے تو زلف مشکیں کا خیال ہو، تو بے شک نجات کی صورت ہے، ایسی حالت ہو تو موت موت نہیں بلکہ ہزار حیات جاودانی اس پر قربان۔

اللّٰھم صل علٰی محمد و علٰی اٰل محمد و صحبہ و بارک و سلم

فنا کے ہوں گے وہ دور دورے اکیلی مولا کی ذات ہو گی
نہ عرش ہو گا نہ فرش ہو گا نہ ہم نہ یہ کائنات ہو گی
حساب جب ہو گا روزِ محشر گناہوں کا ہو گا پیش دفتر
جرائم دل کی ہو گی پرسش بڑی ندامت کی بات ہو گی
یہ زندگانی کی ہے جو مدت یہیں تک اے دل ہے لطف صحبت
پھر اس کے بعد اس کو سوچ لے تو اکیلی مرقد کی رات ہو گی
ہو خوف محشر کا یا نبی کیوں کہ پار ہو کر رہے گا بیڑا
جو ہم غریبوں کے حال پر کچھ حضور کی التفات ہو گی
کھلی تصور کی آنکھ نرالا پھر دور روز و شب ہے
کہ رخ کو دیکھوں تو دن وہ ہوگا جو زلف دیکھوں تو رات ہوگی
کفن بھی لازم ہے ساتھ لے لوں نہ جانے والوں کی راہ دیکھوں
تلاشِ جاناں میں دو ہیں باتیں حیات ہو گی ممات ہو گی
جہاں کے جھگڑوں میں پڑ کے حامدؔ پڑے ہو تم کیوں مصیبتوں میں
پکڑ لو اپنے نبی کا دامن مصیبتوں سے نجات ہو گی

میرے پیارے بھائیو! متذکرہ بالا بیانات سے یہ چار باتیں آپ کے ذہن نشین ہوگئی ہوں گی۔

اول: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان ہے۔

دوم: آپ کسی وجہ سے کسی شخص سے محبت کرنی چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے محبت کیجیے۔

سوم: اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے محبت رکھتا ہے بلکہ ان کے طفیل میں ان کے متبعوں، حلقہ بگوشوں کو بھی محبوب بنا لیتا ہے۔

چہارم: حضور ہی کی محبت قیامت کے دن کام آئے گی اور اس سے بیڑا پار ہوگا۔

اب ہم لوگ اپنے اپنے دل کی طرف رجوع کر کے دیکھیں اور جائزہ لیں کہ ہمارے دل میں حضور کی کتنی محبت ہے۔ محبت کا اصول یہ ہے:

من احب شیئا اکثر من ذکرہ

جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے تو اکثر اس کا تذکرہ کیا کرتا ہے۔

اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ ہمارے یہاں حضور کا ذکر جس کا ایک شعبہ میلاد شریف ہے کتنی مرتبہ ہوتا ہے۔ ہر ہفتہ یا ہر مہینہ یا ہر سال یا عمر بھر میں ایک بار۔ یا خدانخواستہ ایسا ہے کہ کبھی نہیں ہوتا، اگر مطلقاً نہیں ہوتا یا بھول چوک کر ایک آدھ مرتبہ ہو جاتا ہے تو اکثر من ذکرہ میں ہم کبھی نہیں آتے اور حضور کے محب اور دوست دار نہیں ثابت ہوتے، اس لیے اے اللہ والو! تمہارا اخلاقی و ایمانی فرض ہے کہ اپنے ایمان، اپنے محب رسول ہونے کا ثبوت دو اور بکرات و مرات بہ کثرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی مجلس میلاد شریف اپنے یہاں منعقد کرو اس لیے کہ حضور کا ذکر ''ذکر الٰہی'' ہے اور ذکر الٰہی کے جو فوائد ہیں اس پر مترتب حدیث شریف میں ہے کہ جب آیۂ کریمہ **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** (پارہ ۳۰، سورۃ الانشراح ۹۴، آیت ۴) یعنی بلند کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر، نازل ہوئی تو جبریل امین حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کیا خداوند عالم بعد سلام کے فرماتا ہے: اے میرے پیارے جانتے ہو میں نے کس طرح تمہارا ذکر بلند کیا۔ حضور نے فرمایا: **اللّٰہ اعلم** اللہ خوب جانتا ہے۔ کہا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **اذا ذکرت ذکرت معی** یعنی جب میرا تذکرہ کیا جائے تو تمہارا بھی تذکرہ کیا جائے۔ (زرقانی، شرح مواہب، جلد ششم، صفحہ ۱۴۷)

اور ابن عطا کی روایت میں ہے:

جعلتک ذکراً من ذکری فمن ذکرک ذکرنی اے میرے پیارے تم کو میں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ تو جس نے تم کو یاد کیا اس نے مجھ کو یاد کیا۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے یاد کرنے کا حکم دیتے ہوئے ذکر کرنے والوں کو یہ مژدۂ جاں فزا سناتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۱۵۲) تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

حدیث قدسی میں ہے:

فمن ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی و من ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ ٥ تو جو شخص یاد کرے گا مجھ کو اپنے دل میں، مَیں اسے یاد کروں گا اپنے دل میں اور جو شخص یاد کرے گا جماعت میں تو مَیں اسے یاد کروں گا اس جماعت میں جو اس سے بہتر ہے۔

یہ بہتری دو طرح سے ہوسکتی ہے یا بہ اعتبار مجمع یعنی اگر آپ خدا اور رسول کی یاد سو دو سو کے مجمع میں کریں گے تو خداوند عالم آپ کی یاد لاکھ دس لاکھ، کروڑ دس کروڑ کے مجمع میں فرمائے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی یاد انسانوں کے مجمع میں کریں گے تو خداوند عالم آپ کی یاد فرشتوں معصوموں کے مجمع میں فرمائے گا۔ خوشا نصیب ان کا جن کو خداوند عالم یاد فرمائے جن کی یاد خدا کے یہاں ہوتی ہے۔ ؎

کیوں نہ مرجانے کی حسرت جانِ بسمل میں رہے
میں نہ ہوں اور ذکر میرا ان کی محفل میں رہے

اس جگہ ایک خیال ہوسکتا ہے کہ ہم حضور کا تذکرہ کس طرح کریں، کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، اور مولود شریف میں یہ قیام کیوں کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کچھ چھوڑا نہیں اس کو بھی بیان فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل مندوں کی تعریف فرماتا ہے:

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ (پارہ ۴، سورۃ آل عمران ۳، آیت ۱۹۱) یعنی اولوالالباب وہ لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹے ہوئے۔

علمائے کرام نے اس آیت کی تفسیر میں دو قول بیان کیے ہیں ایک یہ کہ ہر حال میں کھڑے ہو کر ذکر کریں تو جائز۔ ہرگز کسی کو چوں و چرا کی مجال نہیں، بیٹھ کر ذکر کریں تو درست، اعتراض کی گنجائش نہیں۔ لیٹ کر ذکر کریں تب مباح، قابل اعتراض نہیں یا عَلٰی جُنُوْبِہِمْ علالت کی حالت میں ہے کہ اور ذکر تو اور نماز کہ فرض اہم اور بہ غایت مہتم ہے اگر کھڑے یا بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا ہو تو اس کو نماز بھی لیٹے لیٹے ادا کرنی چاہیے۔ اب صحت کی حالت میں دو ہی صورتیں رہتی ہیں قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا اب اگر پورے ذکر میں شروع سے اخیر تک کھڑے رہیں فقط قِیٰمًا پر عمل ہوا اور اگر بالکل بیٹھ کر ہی ذکر کرتے رہیں تو صرف قُعُوْدًا پر عمل ہوا۔ اس لیے مجلس میلاد شریف میں کچھ ذکر بیٹھ کر کرتے ہیں اور کچھ کھڑے ہو کر تاکہ پورے قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا پر عمل ہو اور قیام وقت ذکر ولادت وتشریف آوری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مناسبت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم بھی رسول اللہ کی طرح کرنی چاہیے اور آنے والے کی تعظیم قیام کے ساتھ ہوتی ہے تو آنے کے ذکر کی تعظیم بھی قیام سے مناسب۔

اللھم صل علٰی محمد و علٰی اٰل محمد و صحبہ و بارک وسلم

عبدالرزاق اپنے ''مصنف'' میں بہ سند خود حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان، حضور مطلع فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا، ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے بلاواسطہ پیدا کیا۔ (زرقانی جلد اول، صفحہ ۴۶ بہ حوالہ عبدالرزاق، احمد بن حنبل الحق بن راھویہ) وہ نور قدرت الٰہی سے سیر کرتا تھا۔ جہاں خداوند عالم چاہتا، اور اس وقت نہ لوح تھا نہ قلم، نہ جنت نہ دوزخ، نہ حور نہ فرشتہ، نہ آسمان نہ زمین، نہ آفتاب نہ ماہتاب، نہ جنات نہ انسان، تو جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے ایک سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ چوتھے جز کے چار حصے کیے، اول سے حاملانِ عرش، دوم سے حاملانِ کرسی، سوم سے بقیہ ملائکہ کو بنایا۔ پھر چوتھے کو چار حصہ کیا۔ پہلے سے ساتوں آسمان، دوسرے سے ساتوں زمین، تیسرے سے جنت دوزخ، پھر چوتھے کو چار حصہ کیا اول سے نور ابصارِ مومنین، دوم سے نور قلوبِ مومنین یعنی معرفت باللہ، سوم سے نورِ انس یعنی توحید **لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** بنایا۔

روایت ہے کہ جب کالبد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تیار کیا گیا تو روح کو اس میں داخل ہونے کا حکم ہوا۔ روح اس قید میں آنے اور جسم میں داخل ہونے سے گھبرائی۔ جب نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جبین ابوالبشر چمکائی گئی، ہزار جاں سے بہ شوق روح جسم میں داخل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے بہشت ان کے رہنے کو عطا فرمایا۔ بہشت میں ہر قسم کی نعمتیں، راحتیں ان کے لیے موجود تھیں مگر تنہائی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام پریشان خاطر ہوگئے۔ (زرقانی، جلد اول صفحہ ۶۳ بہ حوالہ قرطبی خازن) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دل بستگی کے لیے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا اور پھر حضرت آدم و حضرت حوا دونوں کو سلک ازدواج میں منسلک فرمایا، پھر ان سے اولاد آدم کا سلسلہ روزافزوں ترقی پذیر ہوا۔ (حیات الموات بہ حوالہ طبرانی و عقیلی و ابن نجار و ابن عساکر) حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے پھر حضرت نوح علیہ السلام ہوئے، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام ہوئے پھر حضرت عبد مناف اور حضرت ہاشم پیدا ہوئے۔ اس کے بعد عبدالمطلب حضور کے جد امجد پھر حضرت عبداللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پدر بزرگوار کی ولادت ہوئی اور یہ نور مبارک درجہ بہ درجہ اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ میں نکاح شرعی کے ساتھ منتقل ہوتا رہا اور ہر ایک نے اپنی اولاد کو اس بارے میں وصیت کی کہ ہرگز ہرگز یہ نور مبارک غیر طاہرات میں نہ رکھا جائے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

(زرقانی بہ حوالہ ابونعیم وابن عساکر)

روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ سن بلوغ کو ہوئے نور نبوت کے امین ہونے کے علاوہ وہ

ظاہری طور پر بھی بہت ہی حسین تھے۔ (زرقانی، جلد اول صفحہ ۱۰۶ بہ حوالہ ابن اسحٰق صاحب المغازی) شاہان دہر و **محتشمانِ** زمانہ آپ کی طلب میں سرگرم ہوئے آخر غور و تحصیص کے بعد حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے منسوب پختہ ہوئی شب جمعہ کو عقد واقع ہوا اسی شب کو وہ نور مبارک صلب پدر سے منتقل ہوکر رحم مادر میں جلوہ گزیں ہوا، آمنہ بنت وہب فرماتی ہیں کہ ایام حمل میں کسی قسم کی گرانی و دشواری جو عام طور پر عورتوں کو ہوتی ہے مجھے نہیں ہوئی۔ (زرقانی، صفحہ ۱۰۶ بہ حوالہ ابن اسحاق و ابن کثیر) ہر مہینہ انبیاے کرام تشریف لاتے اور مژدۂ پسر مسعود مبارک مولود سنا جاتے۔ جیسے جیسے ولادت کے دن قریب آتے گئے آواز مرحبا و خوش آمدید ہر طرف سے زیادہ آنے لگی، الغرض جب نو ماہ مدت حمل کے کامل گزر گئے تو بارہ ربیع الاول سن ۵۳ رقبل ہجرت مطابق بستم اپریل ۵۷۱ عیسوی، موافق ۲۲ / ماہ ایلقی ۲۰۹۲ ھبوطی و ۲۱۲۴ طوفانی، دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت وہ آفتاب رسالت مطلع حدوث سے طلوع فرما ہوا جس نے سارے جہاں سے کفر و شرک، جہل و ظلم کی تاریکیوں کو دور فرما کر دونوں جہاں روشن فرمایا۔ مخلصین کی عادت ہے کہ جب ولادت باسعادت کا ذکر آتا ہے تو نہایت ہی ذوق وشوق سے کھڑے ہوکر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ حضرت عمار ابن یاسر سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للہ تعالیٰ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق کلہ قائم علیٰ قبری الی یوم القیمۃ فما من احد یصلی علی صلاۃ الا ابلغنیھا (حیات الموات بہ حوالہ طبرانی)

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہاں کی باتیں سننے کی طاقت عطا کی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے، اور سلام کا جواب دینا واجب، تو ضرور حضور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ خوشا نصیب ان کے جن کا سلام حضور میں پیش ہو اور حضور ان کے سلام کا جواب عطا فرمائیں اس لیے سب حضرات ذوق وشوق سے کھڑے ہوکر نہایت خضوع سے صلوٰۃ و سلام عرض کریں۔

مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام   شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند   اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
شہریارِ ارم تاجدارِ حرم   نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود   ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا   اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی   ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا   اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں   ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا   اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی   آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
غوث اعظم امام التقیٰ و النقیٰ   جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور   بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وزینۃ عرشہ محمد و آلہ وازواجہ واصحٰبہ وحزبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین o

دعا

خداوند! اس ذکر کو قبول فرما کر اور جو کچھ بھول چوک، لغزش، غلطی تحریر میں ہوئی ہو اس کو معاف فرما۔ خداوند! جتنے لوگ اس جلسے میں شریک ہوئے اور اپنا کام چھوڑ کر تیرا ذکر سننے، تیرے حبیب کا ذکر سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں ان سب کو خلعتِ قبولیت سے سرفراز فرما اور مقبول بندہ بنا اور قبل اس کے کہ یہ لوگ اس جلسہ سے اٹھیں ان کے سب گناہ بخش دے۔ خداوند! بیماروں کو شفا، حاجت مندوں کی حاجتیں پوری ہوں، مصیبت زدوں کی مصیبتیں دور ہوں، جو لوگ بے اولاد ہوں ان کو اولاد عطا فرما، بے روزگاروں کو روزگار دے۔ اسلام کا بول بالا ہو۔ ہم سب لوگوں کو اسلام پر قائم رکھ جب تک زندہ رہیں تیرے ذکر، تیرے حبیب کے ذکر سے تر زبان رہیں، تیری محبت، تیرے حبیب پاک کی محبت میں مست و سرشار رہیں، شریعت کے حلال کو حلال جانیں اور شریعت کے حرام کو حرام سمجھیں، اور اس سے بچتے رہیں اور تیری توفیق سے مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں۔ جب مرنے کا وقت ہو مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو اور سبز گنبد کو دیکھ کر قفس عنصری سے روح پرواز کرے۔ جنت البقیع مدفن ہو۔ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھتے ہوئے اٹھیں اور ان کے سایۂ دامن عاطفت کے نیچے ان کے غلاموں کے زمرہ میں داخل جنت الماویٰ ہوں **بحرمۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

اب میں حضرت امام اہل سنت مجدد مأتہ حاضرہ مولانا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب

فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی جامع، حاوی، کافی، وافی دعا پر جلسہ ختم کرتا ہوں۔ جملہ حاضرین کرام ہر مصرع پر آمین کہیں گے اور حضرت جل شانہٗ سے قبولیت کا یقین رکھیں۔ ؎

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدار حسن مصطفی کا ساتھ ہو

یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منھ کی صبح جاں فزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
سید بے سایہ کے ظل لِوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حساب خندۂ بے جا رُلائے
چشم گریانِ شفیعِ مرتجیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مِری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پل صراط
آفتاب ہاشمی نورالہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّم کہنے والے غم زُدہ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمین رَبَّنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضاؔ خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفی کا ساتھ ہو

سبحٰن ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین o والحمد للہ رب العالمین o آمین

فقیر ظفرالدین قادری ۲۴ر محرم الحرام ۱۳۶۰ھ

☆☆☆

Aqsa Offset Printers: 230945